بحث مزارات پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا

اس بحث میں تین مسائل ہیں: قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا۔علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ ولی اللہ ہو یا گنہگار اور چادریں ڈالنا اولیاء، علماء، صلحاء کی قبور پر جائز، عوام مسلمین کی قبور پر ناجائز، کیونکہ یہ بے فائدہ ہے۔قبر پر چراغ جلانا اس میں تفصیل ہے عام مسلمانوں کی قبر پر تو بلا ضرورت ناجائز ہے۔اور ضرورۃ جائز ہے اور اولیاء اللہ کی قبور پر صاحب مزار کی عظمت شان کے اظہار کے لئے بھی جائز ہے۔ ضرورتیں تین ہیں یا تو، رات میں مردے کو دفن کرنا ہے روشنی کی ضرورت ہے، جائز ہے،۔قبر راستہ کے کنارے پر ہے تو اس پر اس لئے چراغ جلادینا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے یا کوئی خبر پا کر فاتحہ پڑھے تو جائز ہے یا کوئی شخص شب میں کسی مسلمان کی قبر پر گیا وہاں کچھ قرآن وغیرہ دیکھ کر پڑھنا چاہتا ہے، روشنی کرے، جائز ہے۔اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف ہے لہٰذا منع، مزارات اولیاء اللہ پر اگر ان میں سے کوئی ضرورت بھی نہ ہو تب بھی تعظیم ولی کے لئے جائز ہے خواہ ایک چراغ جلائے یا چند۔ان تینوں باتوں کا مخالفین انکار کرتے ہیں۔اس لئے دو باب کئے جاتے ہیں۔پہلے باب میں ان کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جواباب۔

پہلا باب

ان کے ثبوت میں

ہم اس سے پہلی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ اولیاء اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے۔ومن یعظم شعآ ئر اللہ فانھا من تقوی القلوب ٥۔ (حج:۳۲) اس تعظیم میں کوئی قید نہیں ہر ملکے ہر رسمے۔جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہٰذا جائز ہے۔

☆ تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لئے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔زائرین کو خوشبوں حاصل ہوتی ہے لہٰذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے اگر مردے کو عذاب ہو رہا ہے تو اس کی تسبیح کی برکت سے کم ہوگا اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل اول میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دو قبروں پر سے گزر ہوا فرمایا کہ دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک تو

پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

ثم اخذ جریده رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة قالو ا یا رسول الله لما صنعت هٰذا فقال لعلهٗ ان یخفف عنهما مالم ییبساo۔

ترجمہ: پھر آپ نے ایک تر ٹہنی لے کر اس کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔ پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی رہے۔

اس کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

وقیل لنهما یسبحن مادام رطبتین و استحب العلمآء قراء ة القراٰن عند القبر لهٰذا الحدیث اذ تلاوة القراٰن اولٰی بالتخفیف من تسبیح الجریدo

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس لئے عذاب کم ہوگا کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح پڑھیں گی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب فرمایا۔ کیونکہ تلاوت قرآن شاخ کی تسبیح سے زیادہ اس کی حقدار ہے کہ اس سے عذاب کم ہو۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے:

تمسك کنند جماعت به ایں حدیث درانده اختن سبزه و گل ریحان برقبور۔

ترجمہ: اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے قبروں پر سبزہ، پھول اور خوشبو ڈالنے کے جواز میں۔

مرقات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے:

ومن ثم افتیٰ بعض الا ئمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان و فی الجرید سنة لهٰذا الحدیث وقد ذکر البخاری ان بریدة ابن الخضب الصحابی اوصیٰ ان یجعل فی قبرهٖ جرید تانo

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ قبر پر پھول اور سبزہ ڈالنا سنت ہے اور بخاری نے ذکر کیا ہے کہ بریدہ ابن خضیب صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو تر

شاخیں ڈالی جائیں۔

معلوم ہوا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۶۴ میں ہے۔

قد افتٰی بعض الائمة من متا خری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنة بھٰذا الحدیث o۔

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے۔

ان عبارتوں میں جو فرمایا کہ بعض نے فتویٰ دیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض علماء اس کو جائز کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نے سنت مانا ہے، جائز تو سب ہی کہتے ہیں، سنت ہونے میں اختلاف ہے۔عالمگیری کتاب الکراہیت جلد پنجم باب زیارت القبور میں ہے:

وضع الورود والریا حین علی القبور حسن o

ترجمہ: قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

شامی جلد اول بحث زیارت القبور میں ہے:

یوخذ من ذٰلك ومن الحدیث ندب وضع ذٰلك للاتباع ویقاس علیه ماعتید فی زماننا وضع اغصان الآ س ونحوہٖ o۔

ترجمہ: اس سے بھی اور حدیث سے بھی ان چیزوں کے قبروں پر رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قبروں پر آس کی شاخیں وغیرہ چڑھانے کو بھی قیاس کیا جاوے گا۔جس کا ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔

شامی میں اسی جگہ ہے:

وتعلیلهٗ بالتخفیف عنھما مالم ییبسا ای یخفف عنھما ببر کة تسبیحھا اذ ھو اکمل من تسبیح الیابس لما فی الاخضر نوع حیاة o

ترجمہ: کمی عذاب کی علت ہے انکا خشک نہ ہونا، یعنی انکی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں کمی ہوگی کیونکہ ہری شاخ کی تسبیح خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی زندگی ہے۔

اس حدیث اور محدثین وفقہاء کی عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ایک تو یہ کہ ہر سبز چیز کا رکھنا ہر مسلمان کی

قبر پر جائز ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان قبروں پر شاخیں رکھیں جن کو عذاب ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ عذاب قبر کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے۔اگر محض دعا سے کمی ہوتی تو حدیث میں خشک نہ ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی؟ لہٰذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی انشاء اللہ میت کو فائدہ ہوگا۔بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں کو کچا رکھنے میں یہی مصلحت ہے کہ بارش میں اس پر سبز گھاس جمے اور اس کی تسبیح سے میت کے عذاب میں کمی ہو۔ثابت ہوا کہ پھول وغیرہ تو ہر قبر مومن پر جائز ہے۔مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح لرسوم میں لکھا ہے کہ پھول وغیرہ فاسقوں فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہئیے۔نہ کہ قبور اولیاء پر۔ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں جس کی پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔مگر خیال رہے کہ جو اعمال گناہ گار کے لئے دفع مصیبت ہوتے ہیں وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔دیکھو مسجد کی طرف چلنا ہمارے گناہ معاف کراتا ہے مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے ایسے ہی بعض دعائیں مجرموں کے گناہوں کو مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں۔جناب ان پھولوں کی تسبیح سے ان قبروں میں رحمت الٰہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے وہاں تلاوت قرآن سے۔

(۲): اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔شامی جلد ۵ کتاب الکراہیت باب اللبس میں ہے:

قال فی فتاوی الحجة و تکره الستور علی القبور ولکن نحن نقول الان اذا قصد بهٖ التعظیم فی عیون العامة لا یحتقروا صاحب القبر بل جلب الخشوع و الاذب للغٰفلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات ٥

ترجمہ: یعنی فتاوی حجہ میں ہے کہ قبروں پر غلاف پردے مکروہ ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل نیت سے ہیں۔

شامی کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہو وہ جائز ہے اور چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں بھی کعبہ معظّمہ پر غلاف تھا۔اس کو منع نہ فرمایا۔صدیوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے۔جو نہایت قیمتی ہے۔آج تک کسی نے

اس کو منع نہ کیا۔مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہوکر حضرت خلیل نے کعبہ معظّمہ بنایا اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے۔اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اس طرح قائم رکھا۔ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لئے۔احترام اولیاء کے لئے ان کی قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔

تفسیر روح البیان زیر آیت انما یعمر مسٰجداللہ o (توبہ:۱۸) ہے:

فبناء القبات علٰی قبور العلمآء و الاولیآء و الصلحآء ووضع الستور و العمائم و الثیاب علٰی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین الامة حتٰی لا یحتقروا صاحب ھٰذا القبر o

ترجمہ: علماء اولیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا، اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔

(۳): عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کے مزارات پر اظہار عظمت کے لئے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔چنانچہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مصری جلد دوم صفحہ ۴۲۹ میں ہے:

اخراج الشموع الی القبور بدعة و اتلاف مال کذا فی البزازیة و ھٰذا کله اذا خلاعن فائدة واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علٰی طریق اوکان ھناك احد جالسا او کان قبر ولی من الاولیآء او عالم من المحققین تعظیما لروجه اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا به و یدعوا اللہ تعالی عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز o

ترجمہ: قبروں پر چراغ لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے یہ تمام حکم جب ہے جبکہ بے فائدہ ہو لیکن اگر کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستہ پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا کسی محقق عالم کی قبر ہو تو ان کی روح کی تعظیم کرنے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ اس سے برکت حاصل کرلیں اور وہاں اللہ سے دعائیں کرلیں تو چراغ جلانا جائز ہے۔

تفسیر روح البیان زیر آیت انما یعمر مسٰجداللہ o (توبہ:۱۸) ہے:

وکذا ایقاد القنادیل و الشمع عند قبور الاولیآء و الصلحآء من باب التعظیم و الاجلال للاولیآء فالمقصد فیھا مقصد حسن ونذر الزیت و الشمع للاولیآء یوقد عند قبورھم

تعظيما لهم و محبة فيهم جائز ايضا لا ينبغي النهي عنهo

ترجمہ: اسی طرح اولیاء صالحین کی قبروں کے پاس قندیل اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے لہٰذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور موم بتی کی نذر ماننا تاکہ ان کی عزت کے لئے ان کی قبور کے پاس جلائی جاویں، جائز ہے اس سے منع نہ کرنا چاہیئے۔

علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ کشف النور عن اصحاب القبورo میں بھی بالکل یہ ہی مضمون تحریر فرمایا۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ امور جائز ہوں جیسا کہ ہم گنبد کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ ان مزارات اولیاء اللہ کی رونق سے اسلام کی رونق ہے۔ عالم وعظ کو چاہیئے کہ اچھا لباس پہنے۔ عید کے دن سنت ہے کہ ہر مسلمان عمدہ لباس پہنے اور خوشبو وغیرہ لگائے، کیوں؟ اس لئے کہ اس سے لوگ ملنا گوارا کریں معلوم ہوا کہ جس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہو اس کو اچھی طرح رہنا چاہیئے اور مزارات اولیاء تو زیارت گاہ خلائق ہیں ان پر اہتمام وغیرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ میں نجدی وہابیوں کی حکومت میں حج کو گیا، وہاں جا کر دیکھا کہ کعبہ معظّمہ کے گرد گول دائرہ کی شکل میں بہت سے برقی قمقمے جلتے تھے اور حطیم شریف کی دیوار پر بھی روشنی تھی۔ خاص دروازہ کعبہ پر شمع کافوری چار چار جلائی جاتی تھیں۔ جب مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی تو یہاں روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کعبہ معظّمہ سے کہیں بڑھ کر روشنی پائی۔ یہاں کے بلب زیادہ تیز اور زیادہ تھے۔ بہت رونق تھی۔ ایک صاحب نے کہا کہ کعبہ بیت اللہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور اللہ۔ اور ظاہر ہے کہ گھر میں روشنی نور ہی کی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ زمانہ ترکی میں اسے کہیں زیادہ روشنی ہوتی تھی۔ یہ تمام اہتمام کیوں ہیں؟ لوگوں کی نگاہ میں عظمت پیدا کرنے کے لئے تو مقام اولیاء پر بھی تو وہاں ہی کی تجلی ہے۔ پھر اگر یہاں روشنی کا اہتمام ہو تو کیا برائی ہے؟ آج ہم اپنے گھر میں شادی بیاہ کے موقع پر چراغاں کرتے ہے یا بجائے چراغ یا لالٹین کے، گیس جلاتے ہیں، جس میں تیل بہت خرچ ہوتا ہے۔ مدارس کے جلسوں میں بیسوں روپیہ روشنی پر خرچ ہوتا ہے۔ ابھی چند سال گزرے کہ مراد آباد میں دیوبندیوں نے جمعیۃ العلماء کا جلسہ کیا۔ جس میں برقی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ میرے خیال میں تین شب میں کم از کم ڈیڑھ سو روپیہ محض روشنی پر خرچ ہوا ہوگا۔ یہ محض مجمع کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ اسی طرح دینی جلسوں میں جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ واعظین کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسراف ہے نہ حرام۔ یہ مجالس عرس دینی جلسے ہیں ان میں بھی یہ امور جائز ہیں۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جوابات میں

ان تینوں مسائل پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں جن کو وہ مختلف طرح بیان کرتے ہیں:

اعتراض ۱: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارۃ واطین٥

ترجمہ: رب نے ہمیں حکم دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے نہ پہنائیں۔ (مشکوٰۃ باب التصاویر)

اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چادر یا غلاف ڈالنا حرام ہے کہ وہاں بھی پتھر مٹی ہی ہے۔

جواب: اس سے مکانات کی دیواروں پر بلاضرورت تکلفاً پردے ڈالنا مراد ہیں اور یہ بھی تقویٰ اور زہد کا بیان ہے یعنی مکانات کی زینت خلاف زہد ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے دیوار پر غلاف ڈالا تھا، اسے پھاڑ کر یہ فرمایا۔ قبور اولیاء کی چادر کو اس سے کوئی تعلق نہیں، کعبہ معظّمہ پر قیمتی سیاہ غلاف ہے اور روضہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سبز۔ اور غلاف کعبہ زمانہ نبوی میں تھا۔ بتاؤ وہ جائز ہے تو قبور کی چادر بھی جائز ہے۔

اعتراض ۲: قبروں پر پھول یا چادر ڈالنا، وہاں روشنی کرنا اسراف اور فضول خرچی ہے لہٰذا منع ہے۔ اولیاء کی قبروں پر بہت سے پھول اور چراغ ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک پھول یا ایک چراغ بھی کافی ہے۔

جواب: اسراف کے معنی ہیں: بے فائدہ مال خرچ کرنا۔ چونکہ ان پھولوں اور چراغوں اور چادروں میں وہ فوائد ہیں جو کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں لہٰذا یہ اسراف نہیں۔ رہاں کام چلنے کا عذر۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے ہم کرتہ اس پر واسکٹ، اس پر اچکن پہنتے ہیں پھر وہ بھی قیمتی کپڑے کی، حالانکہ کام تو صرف ایک کرتے میں چل سکتا ہے اور معمولی کپڑا کفایت کر سکتا ہے۔ بتاؤ یہ اسراف ہوا کہ یا نہیں۔ اسی طرح عمارت اور لذیز خوراک، سواریاں اور دیگر دنیاوی آرائشی سامان کہ ان سب میں خوب وسعت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے کم اور ان سے ادنٰی چیزوں سے بھی کام چل سکتا تھا۔ لیکن اسراف نہیں جس کو شریعت نے حلال کیا وہ مطلقاً ہی حلال ہے۔

قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰامۃ ط کذٰلک نفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون٥ (اعراف:۳۲)

ترجمہ: تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے۔ ہم یونہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے۔

اعتراض ۳: مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المسٰجد والسرج ؀

ترجمہ: یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبور پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبور پر چراغ جلانا لعنت کا سبب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ہے:

اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لا اصل لہ ؀

''اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے۔ یعنی قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

شامی جلد دوم کتاب الصوم میں ہے:

اما لو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ او فی المنارۃ کما تفعل النسآء من نذر الزیت لسیدی عبدالقادر ویوقد فی المنارۃ جھۃ الشرق فھو باطل ؀

ترجمہ: لیکن اگر شیخ کی قبر پر یا منارہ میں چراغ جلانے کے لئے تیل کی نذر مانی جیسے کہ عورتیں حضور غوث پاک کے لئے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اس کی مشرقی منارہ میں جلاتی ہیں یہ سب باطل ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا:

کہ چراغاں کردن بدعت است پیغمبر خدا برشمع افروزاں نزد قبروسجدہ کنندگان لعنت گفتہ۔

ترجمہ: چراغاں کرنا بدعت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر کے پاس چراغاں کرنے اور سجدہ کرنیوالوں پر لعنت فرمائی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں صفحہ ۴۱ پر ہے:

واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغھا و ملبوس ساختن قبور بدعت شنیعه اند۔

ترجمہ: لیکن عرسوں میں حرام کام کرنا جیسے کہ چراغاں کرنا ان قبروں کو غلاف پہنانا یہ سب بدعت سیئہ ہیں۔

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ چراغاں بر مزارات محض حرام ہے۔ رہا یہ کہ حرمین شریفین میں چراغاں ہوتا ہے تو یہ فعل کوئی حجت نہیں کیونکہ یہ خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا جس کا اعتبار نہیں، ترکی سلطنت نے ایجاد کیا ہے۔

جواب: یہ اعتراض حقیقت میں چھ اعتراضوں کا مجموعہ ہے اور ان ہی کے بل بوتے پر مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ جوابات ملاحظہ ہوں: ہم اس بحث کے پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ کسی قبر پر بے فائدہ چراغاں جلانا منع ہے کہ یہ فضول خرچی ہے اور اگر کسی فائدے سے ہو تو جائز ہے۔ فوائد کل چار بیان کئے۔ تین تو عام مومنین کی قبروں کے لئے اور چوتھا یعنی تعظیم روح ولی مشائخ وعلماء کی قبور کے لئے۔ اس حدیث میں جو قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ اسی کی ہے جو کہ بے فائدہ ہو۔ چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے:

والنهى عن اتخاذ السرج لما فيه من تضييع المال○

ترجمہ: قبروں پر چراغ جلانے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔

اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مصری میں اسی حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

اى الذين يوقدون السرج على القبور عبثا من غير فائدة○

ترجمہ: ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں پر بے فائدہ عبث چراغ جلاتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے:

ان النبى صلى الله عليه وسلم دخل قبرا ليلا فاسرج له بسراج○

ترجمہ: نبی کریم ایک شب دفن میت کے لئے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ کے لئے چراغ جلایا گیا۔

دوم یہ کہ حدیث میں ہے:

والمتخذین علیھا المسٰجد و السرجo ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر لعنت فرمائی جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

ملا علی قاری اور شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی و دیگر شارحین اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خود قبر پر مسجد بنانا کہ قبر کی طرف سجدہ ہو یا قبر فرش مسجد میں آجائے، یہ منع ہے۔لیکن اگر قبر کے پاس مسجد ہو، برکت کے لئے تو جائز ہے۔یعنی اس جگہ انہوں نے علیٰ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا۔جس سے لازم آیا کہ خود تعویز قبر پر چراغ جلانا منع ہے۔لیکن اگر قبر کے اردگرد ہو تو قبر پر نہیں۔لہٰذا جائز ہے جیسے کہ ہم گنبد کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔نیز حدیقہ ندیہ میں علامہ نابلسی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتخذین علیھا ای علی القبور یعنی فوقھاo

ترجمہ: یعنی خاص قبروں کے اوپر۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چراغ آگ ہے اور آگ کا قبر پر رکھنا برا ہے اسی لئے خاص قبر میں لکڑی کے تختے لگانے کو فقہاء منع فرماتے ہیں کہ اس میں آگ کا اثر ہے لیکن اگر لکڑی قبر کے پاس پڑی ہو منع نہیں۔تو چراغ کی ممانعت آگ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ تعظیم قبر کے لئے۔نیز یہاں ایک ہی علیٰ ہے اور ذکر ہے مسجد کا اور چراغ کا۔مسجد کے لئے تو آپ علیٰ کے حقیقی معنی مراد لیں یعنی خاص قبر کے اوپر اور چراغ کے لئے مجازی یعنی قبر کے قریب۔تو حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم ہوگا اور یہ منع ہے لہٰذا دونوں جگہ علیٰ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں۔مرقات میں ملا علی قاری اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

قید علیھا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبھا لاباس بہٖo

ترجمہ: اوپر کی قید لگائی جس سے معلوم ہوا کہ قبر کے برابر مسجد بنانے میں حرج نہیں۔۔

لفظ علیٰ سے ثابت کیا کہ قبر کے برابر مسجد جائز۔اسی طرح لفظ علیٰ سے یہ بھی نکلا کہ قبر کے برابر چراغ جائز۔

تیسرے یہ کہ ہم گنبد کی بحث میں شامی اور دیگر کتب کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ بہت سی باتیں زمانہ صحابہ کرام میں منع تھیں مگر اب مستحب۔روح البیان زیر آیت **انما یعمر مسٰجداللہ من اٰمن باللہ**o (توبہ:۱۸) ہے:

وفی الاحیاء اکثر مصروفات ھذہ الاعصار منکرات فی عصر الصحابۃo

ترجمہ: یعنی احیاء العلوم میں امام غزالی نے فرمایا کہ اس زمانہ کے بہت سے مستحبات صحابہ کرام کے

زمانہ میں ناجائز تھے۔

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ماعلی الولاۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تھا کہ کوئی مسلمان حاکم خچر پر سوار نہ ہو اور چپاتی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اپنے دروازہ کو اہل حاجت سے بند نہ کرے اور فرماتے تھے:

فان فعلتم شیئا من ذٰلک فقد حلت بکم العقوبۃo

ترجمہ: اگر تم نے ان میں سے کچھ بھی کیا تو تم کو سزا دی جاوے گی۔

اسی مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے کہ:

ماامرت بتشیید المسٰجدo ''مجھ کو مسجدیں اونچی بنانے کا حکم نہ دیا گیا''۔

اس کے حاشیہ میں ہے:

ای باعلاء بناء ھاوتز یینھاo ''یعنی مسجدیں اونچی بنانے اور ان کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں''۔

اسی مشکوٰۃ میں ہے:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجداللہo

ترجمہ: عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔

قرآن میں زکوٰۃ کے مصارف آٹھ ہیں، یعنی مولفۃ القلوب بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے لیکن عہد فاروقی سے صرف سات مصرف رہ گئے۔ مولفۃ القلوب کو علیحدہ کر دیا گیا (دیکھو ہدایہ وغیرہ) کہیئے اب بھی ان پر عمل ہے؟ اب حکام اگر معمولی حالت میں رہیں۔ ان کا رعایا پر رعب نہیں ہوسکتا۔ اگر کفار کے مکانات اور ان کے مندر تو اونچے ہوں مگر اللہ کا گھر مسجد نیچی اور کچی اور معمولی ہو تو اس میں اسلام کی توہین ہے اگر عورتیں مسجد میں جاویں تو صدہا خطرات ہیں کسی کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ یہ احکام کیوں بدلے؟ اس لئے کہ ان کی علتیں بدل گئیں۔ اس وقت بغیر ظاہر زیب و زینت کے مسلمانوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور مقابر کی عزت و حرمت تھی۔ لہٰذا زندگی موت ہر کام میں سادگی تھی۔ اب دنیا کی آنکھیں ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھتی ہیں لہٰذا اس کو جائز قرار دیا گیا۔ چنانچہ پہلے حکم تھا کہ، مزارات پر روشنی نہ کرو۔ اب جائز قرار پایا۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسٰجداللہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

بیت مقدس کے منارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل مربع میں عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کاتتی تھیں اور بہت ہی سونے چاندی سے اس کو آراستہ کیا تھا۔ عالمگیری کی عبارت غلط نقل کی۔ اصل عبارت یہ ہے:

اخراج الشموع الیٰ راس القبور فی اللیالی الاول بدعۃo

ترجمہ: شروع راتوں میں قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔

اس میں دو کلمے قابل غور ہیں ایک تو اخراج دوسرے فی اللیالی الاول۔ ان سے صاف معلوم ہو رہا ہے اس زمانہ میں لوگ اپنے نئے مردوں کی قبروں پر چراغ لے جا کر جلاتے تھے یہ سمجھ کر کہ اس سے مردہ قبر میں نہ گھبرائے گا۔ جیسا کہ آج کل بعض عورتیں چالیس روز تک لحد میں مردے کی جگہ چراغ جلاتی ہیں۔ یہ سمجھتی ہیں کہ روزانہ مردے کی روح آتی ہے اور اندھیرا پا کر لوٹ جاتی ہے لہٰذا روشنی کر دو یہ حرام ہے۔ کیونکہ تیل کا بلا ضرورت خرچ ہے اور بدعقیدگی بھی ہے، اسی کو یہ منع فرما رہے ہیں۔ عرس کے چراغاں نہ تو اس نیت سے ہوتے ہیں اور نہ شروع راتوں میں۔ اگر یہ مطلب نہ ہو تو شروع راتوں کی قید کیوں ہے؟ شامی کی عبارت تو بالکل صاف ہے۔ وہ بھی عرس کے چراغوں کو منع نہیں کر رہے ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ چراغ جلانے کی نذر ماننا جس میں اولیاء اللہ سے قرب حاصل کرنا منظور ہو وہ حرام ہے کیونکہ شامی کی عبارت درمختار کی اس عبارت کے ماتحت ہے:

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراھم و الشمع والزیت ونحوھا الیٰ ضرائح الاولیآء الکرام تقربا الیھم فھو بالا جماع باطلo

ترجمہ: جاننا چاہئیے کہ عوام جو مردوں کی نذریں مانتے ہیں اور ان سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لئے لیا جاتا ہے اور اولیاء سے قرب حاصل کرنے کے لئے وہ بالا جماع باطل ہے۔

اور خود شامی کی عبارت میں بھی ہے: لو نذر اگر اس کی منت مانی۔ پھر اسی شامی کی عبارت میں ہے: فوق ضریح الشیخ ”شیخ کی قبر کے اوپر چراغ جلانا“ ضریح کہتے ہیں خالص تعویز قبر کو۔ منتخب اللغات میں ہیں ”ضریح گوریا مغاکے کہ درمیان گورسازند“۔ (ضریح قبر کو یا اس گڑھے کو کہتے ہیں جو قبر کے درمیان بناتے ہیں۔)

اور ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ خود قبر کے تعویز پر چراغ جلانا منع ہے۔ اسی طرح اگر قبر تو نہ ہو یوں ہی کسی بزرگ کے نام چراغ کسی جگہ رکھ کر جلا دے جیسے کہ بعض جہلاء بعض درختوں یا بعض طاق میں کسی کے نام کے چراغ جلاتے ہیں، یہ بھی

حرام ہے۔اس کو فرما رہے ہیں کہ حضور غوث پاک کے نام کے چراغ کسی مشرقی منارہ میں جلانا باطل ہے۔غوث پاک کی قبر شریف تو بغداد میں ہے اور ان کے چراغ جلے شام کے مینارہ میں، یہ بھی منع ہے۔خلاصہ یہ ہوا کہ شامی نے تین چیزوں کو منع فرمایا: چراغ جلانے کی منت ماننا وہ بھی ولی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے خاص قبر پر چراغ جلانا بغیر قبر کسی کے نام کے چراغ جلانا۔عرس کے چراغوں میں یہ تینوں باتیں نہیں۔

مسئلہ: بعض جہلاء کسی درخت یا کسی جگہ کی یہ سمجھ کر زیارت کرتے اور وہاں چراغاں کرتے ہیں کہ وہاں فلاں بزرگ کا چلہ ہے یعنی وہاں وہ آیا کرتے ہیں یہ محض باطل ہے۔ہاں اگر کسی جگہ کوئی بزرگ کبھی بیٹھے ہوں یا وہاں انہوں نے عبادت کی ہو تو وہاں یہ سمجھ کر عبادت کرنا کہ یہ جگہ متبرک ہے، جائز بلکہ سنت ہے۔بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ بحث المساجد میں ایک باب مقرر کیا باب المسٰجد التی طریق المدینة اس میں بیان فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راستہ میں ہر اس جگہ نماز ادا کرتے تھے جہاں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نماز پڑھی تھی حتی کہ بعض جگہ مسجدیں بنادی گئیں تھیں۔مگر وہ غلطی سے کچھ علیحدہ بن گئیں تو سیدنا ابن عمر اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی پڑھتے تھے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی تھی۔

فلم یکن عبداللہ ابن عمر یصلی فی ذٰلك المسجد کان که عن یسارہٖ o

یہ کیا تھا محض برکت حاصل کرنا، آج بھی بعض حاجی غار حرا میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھ ماہ عبادت فرمائی۔نمازیں پڑھتے ہیں۔لہٰذا خواجہ اجمیری وغیرہ رحمہ اللہ کی عبادت گاہوں میں نمازیں ادا کرنا، ان کی زیارت کرنا، ان کو متبرک سمجھنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

مسئلہ: اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے۔جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے۔اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں: تقربا الیھم نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے۔کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک آپ دعا کریں اگر میرا مریض اچھا ہو گیا تو میں آپ کے نام کی دیگ پکاؤں گا اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ آپ میرے خدا ہیں اس بیمار کے اچھے ہونے پر میں آپ کی یہ عبادت کروں گا بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کرونگا۔اللہ کے لئے، اس پر جو ثواب ملے گا آپ کو بخشوں گا۔جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا اس میں کیا گناہ ہے؟ اسی کو شامی نے کتاب

الصوم بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

بان تکون صیغة النذرللہ تعالیٰ للتقرب الیه و یکون ذکر الشیخ مرادا بہٖ فقراء ہo

ترجمہ: صیغۂ نذر کا اللہ کی عبادت کے لئے ہو اور شیخ کی قبر پر رہنے والے فقراء اس کا مصرف ہوں۔

یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ اللہ کے لئے ہے، اس کے ثواب کا ہدیہ روح شیخ کے لئے، اس صدقہ کا مصرف مزار بزرگ کے خام فقراء۔ جیسے کہ حضرت مریم کی والدہ نے مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لئے نذر کرتی ہوں جو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ نذر اللہ کی طرف اور مصرف بیت المقدس کا۔ انی نذرت لك ما فی بطنی محررا o (آل عمران:۳۵) دیکھو غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآن کریم اور نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں۔ والتین والزیتون o وطور سینین o (التین:۲) وغیرہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: افلح وابیہ o ''اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہوگیا۔'' مطلب یہ ہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکام قسم کفارہ وغیرہ جاری ہوں وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے۔ مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لئے ہو وہ جائز، یہ ہی نذر کا حال ہے۔ ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں چراغ کے لئے تیل بھیجوں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔ مشکوٰۃ باب النذور میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا۔ تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت وغیرہ نہ ہو تو نذر پوری کرو۔ کسی نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھ لو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات کی نذر میں کسی جگہ یا کسی خاص جماعت فقراء کی قید لگا دینا جائز ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۵۴ میں ہے: ''اور جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے جو نذر بمعنی تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔'' (رشید احمد)

مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ احد سے بخیریت واپس آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ یہ نذر بھی عرفی تھی نہ کہ شرعی۔ یعنی حضور کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ غرضیکہ لفظ نذر کے دو معنی ہیں: لغوی اور شرعی۔ لغوی معنی سے نذر بزرگان دین کے لئے جائز ہے بمعنی نذرانہ جیسے طواف کے دو معنی ہیں لغوی بمعنی آس پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے: ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق o (حج:۲۹) ''پرانے گھر کا طواف کریں'' یہاں طواف شرعی معنی میں

ہےاور فرماتا ہے: **یطوفون بینھا و بین حمیم**o (رحمٰن:۴۴) یہاں طواف بمعنی لغوی ہے آنا جانا گھومنا۔

(۴): حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہما بے شک بزرگ ہستیاں ہیں۔لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں کہ کراہت تحریمی و حرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو۔اس کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔ایک عالم کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہوسکتا ہے۔مستحب اس کو بھی کہتے ہیں جس کو علماء مستحب جانیں۔مگر کراہت و حرمت میں خاص دلیل کی ضرورت ہے۔نیز شاہ عبدالعزیز صاحب و قاضی صاحب تو چراغاں اور مزارات کی چادروں کو حرام فرماتے ہیں مگر شامی چادروں کو اور صاحب تفسیر روح البیان اور صاحب حدیقہ ندیہ چراغاں کو جائز بلکہ مستحب فرماتے ہیں یقیناً ان کو قول زیادہ لائق قبول ہے۔نیز شاہ عبدالعزیز و قاضی صاحبان علیہما الرحمۃ والرضوان کے قول پر لازم ہے کہ حرمین شریفین خصوصاً روضہ مطہرہ سرور عالم ﷺ بدعتوں اور حرام کاموں کا مرکز ہے کیونکہ وہاں غلاف بھی چڑھتے ہیں اور چراغاں بھی ہے اور آج تک کسی عالم یا فقیہ نے اس پر انکار نہ کیا،تو وہ تمام حضرات بدعتی یا گمراہ ہوئے۔ان دو صاحبوں کا وہ فتویٰ کس طرح مانا جائے جس میں یہ سخت قباحت لازم آوے۔

شاہ رفیع الدین صاحب رسالہ نذور میں فرماتے ہیں: ”که نذریکه ایں جا مستعمل میشود برمعنی شرعی است چه عرف آنست که آته پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز گویند۔“

(۵): حرمین شریفین کے علماء کا کسی شی کو اچھا سمجھنا بیشک اس کے استحباب کی دلیل ہے۔یہ زمین پاک وہ ہے جہاں کبھی بھی شرک نہیں ہوسکتا۔حدیث پاک میں ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب اس کی پرستش کریں اور مدینہ پاک کی زمین اسلام کی جائے پناہ اور کفار و مشرکین سے محفوظ رہنے والی ہے۔مشکوٰۃ باب حرم المدینہ میں ہے کہ مدینہ پاک برے لوگوں کو اس طرح نکال پھینکتا ہے۔جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو خواہ فوراً نکالے یا کچھ عرصہ بعد یا کہ بعد موت۔جذب القلوب میں حضرت شیخ محمد عبدالحق فرماتے ہیں:

مراد نفی وابعاد اهل شرو فساد است ساخت عزت ایں بلده طیبه و خاصیت مذکوره دروے درجمیع ازمان هوید ا است۔

ترجمہ: اس سے مراد ہے کہ مدینہ پاک کی زمین پاک تمام شریر و مفسدین کو نکال دیتی ہے اور یہ خاصیت اس میں ہمیشہ باقی ہے۔

لہٰذا علمائے مدینہ کی عبادات کو بے دھڑک شرک و بدعت کہہ دینا سخت غلطی ہے۔یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ

چراغاں سلطنت ترکیہ کی ایجاد ہے۔امام جل سید نورالدین سمہودی اور جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی اور امام نورالدین سمہودی نے کتاب خلاصۃ الوفا شریف ۸۹۳ھ میں تصنیف فرمائی وہ اس کتاب کے چوتھے باب کی سولھویں فصل میں مدینہ پاک کے چراغاں کا ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

واما معالیق الحجرة الشریفة التی تعلق حولها من قنادیل الذهب و الفضة و نحوهما فلم اقف علیٰ ابتدآء حدوثهماo

ترجمہ: لیکن جو سونے چاندی کی قندیلیں روضہ مطہرہ کے ارد گرد لٹکی ہوئی ہیں، مجھے خبر نہیں کہ کب سے شروع ہوئیں۔

اسی مقام پر فرماتے ہیں:

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزل السکینة علیٰ قنادیل المدینة و ذهب فیه الیٰ جوازها و صحة وقفها و عدم جوازصرف شیء منها لعمارة المسجدo

ترجمہ: امام سبکی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا: تنزل السکینة علیٰ قنادیل المدینة وہ فرماتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کی قندیلیں جائز ہیں ان کا وقف درست ہے ان میں سے کوئی چیز مسجد پر خرچ نہیں ہوسکتی۔

الحمدللہ کہ مخالفین کے تمام سوالات کا مکمل جواب ہوگیا۔

بحث خاتمه

پنجاب اور یوپی کاٹھیاواڑ میں عام رواج ہے کہ رمضان میں ختم قرآن تراویح کی شب میں مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے۔بعض دیوبندی اس کو بھی شرک وحرام کہتے ہیں یہ محض ان کی بے دینی ہے مساجد کی زینت ایمان کی علامت ہے تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسٰجداللہ o ہے: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۷ سو قندیلیں بیت المقدس میں روشن کرنے کا حکم دیا۔اور مسجد نبوی شریف میں اولاً کھجور کی لکڑیاں وغیرہ جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔پھر تمیم داری کچھ قندیلیں اور رسیاں اور تیل لائے اور ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

نورت مسجد نور اللہ علیك o

ترجمہ: تم نے ہماری مسجد کو روشن کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو نورانی رکھے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغاں کیا اور قندیلیں لٹکائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نورت مسجدنا نور اللہ قبرك یا ابن الخطاب o

ترجمہ: اے عمر! تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے۔۔

تفسیر کبیر میں آیت: انما یعمر مسٰجداللہ o (توبہ:۱۸) کی تفسیر میں ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اسرج فی مسجد سراجالم تنزل الملئکۃ و حملۃ العرش یستغفرون لہ مادام فی المسٰجد ضوء ہ o

ترجمہ: یعنی جو کوئی مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک مسجد میں اس کی روشنی رہے فرشتے اور حاملین عرش اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۱۱۲ میں یہ مانا ہے کہ عہد فاروقی میں صحابہ بیت المقدس سے وہاں کی روشنی دیکھ کر آئے اور مسجد نبوی میں متعدد چراغ جلائے گئے۔ پھر مامون رشید بادشاہ نے عام حکم دیا تھا کہ مسجدوں میں بکثرت چراغ جلائے جاویں۔ غرضیکہ مسجد کی روشنی سنت انبیاء وسنت صحابہ اور سنت عامۃ المسلمین ہے۔